

## 8894 - جب کافر ہمیں تکلیف دے تو کیا اسے معاف کر دیا جائے

### سوال

جب ہمیں کفار لوگ ہماری پیٹھ پیچھے برا بھلا کہیں یا پھر کئی ایک امور کا باعث بنیں مثلاً ہماری گاڑیوں میں بہت زیادہ باتیں اور شور کرنا ، تو اس میں کفار کو معاف کرنے کے بارہ میں کیا حکم ہے ؟  
میں جو عام حکم جانتا ہوں کہ جاہل شخص جس نے کسی واقع کے ہونے میں سبب بننے کا قصد تو نہیں کیا اسے معاف کر دینا چاہیے ، لیکن میں نے کتاب " اصول السنۃ " انگریزی میں یہ پڑھا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے : میں بدعتی کے علاوہ ہر شخص کو معاف کر سکتا ہوں ، لہذا جب امام صاحب کسی بدعتی کو معاف نہیں کرتے تو پھر ہم کفار کو کس طرح معاف کریں ؟

### پسندیدہ جواب

الحمد لله.

الحمد لله

اول :

دین اسلام معافی و درگزر اور بخشش و مغفرت پر ابھارتا ہے ، اور قرآن مجید اور سنت نبویہ میں بھی اس کو ذکر کیا گیا ہے ، بلکہ دین اسلام کی صفات میں شامل ہے کہ یہ دین رحمت مہربانی کا دین ہے ، اور اسی طرح مسلمان شخص نفرت پھیلانے والا نہیں بلکہ خوشیاں بانٹنے والا ہے ، اور وہ قدرت و طاقت رکھتے ہوئے بھی معاف و درگزر سے کام لیتا ہے اور غلطی کے وقت معاف کر دیتا ہے ۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے :

ان اہل کتاب کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہوجانے کے محض حسد و بغض کی بنا پر تمہیں بھی ایمان سے ہٹا دینا چاہتے ہیں ، تم بھی معاف کرو اور درگزر سے کام لو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے ، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے البقرة ( 109 ) ۔

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان کچھ اس طرح ہے :

پہران کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر اپنی لعنت نازل فرمادی اور ان کے دل سخت کر دیئے کہ وہ کلام کو اس کی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں ، اور جو کچھ نصیحت انہیں کی گئی تھی اس کا بہت بڑا حصہ بھلا بیٹھے ، ان کی ایک نہ ایک خیانت پرتجھے اطلاع ملتی رہے گی ، ہاں تھوڑے سے ایسے نہیں بھی ہیں ، پس تو انہیں معاف کرتا جا اور درگزر کرتا رہ ، بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے المائدة ( 13 ) -

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا :

اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں ، پس ان سے ہوشیار رہنا اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرجاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے التغابن ( 14 ) -

تو کفار سے یہ درگزر اور معاف کرنا اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب حاصل کرنا ہے ، اور اس لیے بھی کہ کافروں کے دل نرم ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہوں ، لہذا یہ نرمی مستحب ہے اور درگزر بھی مستحب ہے جس سے عظیم امور کا ثبوت مراد ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب اور کافر کا اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہونے کی ترغیب ، کیونکہ مسلمانوں کی تلواروں اور ان کے گھوڑوں اور قلعوں کے حملوں سے قبل ہی ان کے اخلاق مشرکوں کے دلوں پر حملہ آور ہوسکتے ہیں جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج دوفوج داخل ہونا شروع ہو گئے تا کہ وہ بھی مسلمانوں کے اس اخلاق جمیلہ کو اپنا سکیں -

اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے :

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بد زبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے ، سو آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لیے استغفار کریں اور کام میں ان سے مشورہ کیا کریں ، پھر جب آپ کا ارادہ پختہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں ، بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے آل عمران ( 159 ) -

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رحمت و شفقت اور نرمی ہی ہے جو لوگوں کے لیے دین اسلام میں داخل ہونے کا سبب بنی ، اور اگر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نرم خواور شفقت و مہربان نہ ہوتے تو لوگ آپ کے ارد گرد سے علیحدہ ہوجاتے اور آپ کو چھوڑتے ہوئے آپ کی دعوت پر ایمان نہ لاتے -

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ : نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ یہودی آئے اور کہنے لگے : السام علیکم ( سام موت کو کہتے ہیں ) عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اسے سمجھ لیا اور کہا وعلیکم السام واللعنة کہ اور تم پر بھی موت اور لعنت بھی ہو -

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں ، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے اے عائشہ ذرا ٹھہر جاؤ صبر سے

کام لو ، یقیناً اللہ تعالیٰ پر معاملہ میں نرمی کو پسند فرماتا ہے ، میں نے کہا : اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سنا نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے تھے ؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے میں نے وعلیکم ( یعنی تم پر ہی ہو ) کہا ہے -

صحیح بخاری حدیث نمبر ( 5678 ) صحیح مسلم حدیث نمبر ( 2164 )

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں :

اس لیے کہ اس وقت یہودیوں سے معاہدہ تھا ، اور جو ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ایسا مصلحت کی خاطر تھا کہ ان کی تالیف قلب ہوسکے -

دیکھیں : فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر ( 11 / 43 ) -

دوم :

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مسلمان کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر اس پر زیادتی اور ظلم ہو تو وہ اس کا بدلہ لے ، لیکن عفو و درگزر کرنے پر رغبت دلائی ہے ، اسی کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

{ اور برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے ، اور جو معاف کر دے اور صلاح کر لے اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے ، ( فی الواقع ) اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا -

اور جو شخص اپنے مظلوم ہونے کے بعد ( برابر ) کا بدلے لے لے تو ایسے لوگوں پر ( الزام کا ) کوئی راستہ نہیں ، یہ راستہ صرف ان لوگوں پر ہے جو خود دوسروں پر ظلم کریں ، اور زمین میں ناحق فساد کرتے پھریں ، یہی لوگ ہیں جن کے لیے درد ناک عذاب ہے ، جو شخص صبر کر لے اور معاف کر دے یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ایک کام ہے { الشوری ( 40 - 43 ) -

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے کچھ اس طرح فرمایا :

برائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا مگر مظلوم کو اجازت ہے ، اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے النساء ( 148 ) -

لیکن جس چیز کا علم ہونا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کفار کی جانب سے پہنچنے والی وہ اذیت و تکلیف مسلمان معاف کرے گا جس کی بنا پر مسلمان ذلیل و رسوا نہ ہو کیونکہ مسلمان عزت والا ہے ، اور اللہ تعالیٰ نے اسے عزت و شرف

سے نوازا ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ اس سے عزت حاصل کرے اور اس کے ساتھ مزین ہو اس لیے کہ مسلمان کی عزت میں اسلام اور عام مسلمانوں کی عزت ہے۔

لیکن اگر مسلمان معاف کرنے کی وجہ سے ذلیل ورسوا ہو رہا ہو تو اس وقت مسلمان پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ کافر سے بدلہ لے اور اسے معاف نہ کرے اسی بارہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

اور جب ان پر ظلم و زیادتی ہو تو وہ صرف بدلہ لے لیتے ہیں الشوری ( 39 ) -

امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں :

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان : اور جب ان پر ظلم و زیادتی ہو تو وہ صرف بدلہ لے لیتے ہیں الشوری ( 39 )

عفو درگزر کے منافی نہیں اس لیے کہ انتصار اور بدلہ لینا تو انتقام لینے کے لیے قوت و طاقت کا اظہار ہے ، پھر اس کے بعد عفو درگزر ہو سکتی ہے تو یہ اتم و اکمل ہے ، امام نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے بارہ میں کہتے ہیں " وہ ذلیل ہونا ناپسند کرتے تھے اور جب قدرت و استطاعت ہوتی تو معاف کر دیتے ۔

اور مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں : وہ مومن ناپسند کرتے تھے کہ مومن اپنے آپ کو ذلیل کرے اور فاسق قسم کے لوگ ان پر جری ہو جائیں ۔

لہذا مومن شخص پر جب ظلم و زیادتی ہو وہ انتقام کی قدرت ظاہر کرے اور پھر اس کے بعد معاف کر دے ، سلف رحمہم اللہ تعالیٰ میں بھی ایسے کئی واقعات ہوئے ہیں جن میں عطاء اور قتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ وغیر شامل ہیں ۔ دیکھیں : الجامع العلوم والحکم ( 1 / 179 ) -

اسی لیے معاف و درگزر ہر وقت اور ہر جگہ پر کوئی اچھی اور قابل ستائش نہیں ، بلکہ بعض اوقات تو مذموم بھی ہوتی ہے جب معاف و درگزر کرنے کی وجہ سے مسلمان پر ذلت و رسوائی ہو یا پھر ظلم و زیادتی کرنے والے اور زیادہ ظلم کرنے پر جرات کرنے لگیں تو اس حالت میں عفو و درگزر مذموم ہوگی ، وغیرہ ذالک ۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بھی مندرجہ ذیل فرمان میں اسی طرف اشارہ کیا ہے :

لہذا جو معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے ۔

تواللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ عفو و درگزر اس وقت قابل ستائش ہوگی جب اصلاح کرنا مقصود ہو ، لیکن اگر اس کے نتیجہ میں فساد پیدا ہو رہا ہو تو پھر قابل ستائش نہیں ۔

اس لیے مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ کس میں اصلاح ہے آیا معاف کرنے میں یا بدلہ لینے میں جس میں بھی اصلاح ہو اسے وہی کام کرنا چاہیے ، اور یہ حالات اور اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے ۔

اور عفو درگزر میں امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کلام کا معنی یہ ہے کہ میں ہر ظلم کرنے والے کو معاف کر دوں گا لیکن بدعتی کو نہیں ، یہ کلام بھی اسی کے موافق ہے ، کیونکہ امام صاحب نے دیکھا کہ بدعتی لوگوں کو معاف کرنے میں فساد زیادہ ہوگا اور لوگوں میں بدعات کرنے کی جرات پیدا ہوگی ، لہذا انہوں اس کی صراحت کردی کہ وہ بدعتی کو معاف نہیں کریں گے تا کہ لوگ بدعات سے باز آجائیں اور رک جائیں ۔

اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے :

اے ایمان والو ! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم لائے گا جو اللہ تعالیٰ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوں گے ، وہ مسلمانوں پر تونرم دل ہوں گے اور کفار پر سخت اور تیز ہوں گے ، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے ، اور کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کی پرواہ بھی نہ کریں گے ، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل وہ جسے چاہے دے ، اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور زبردست علم والا ہے المائدۃ ( 54 ) ۔

اور ایک اور مقام پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے :

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں ، تو انہیں دیکھے کہ وہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں ، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں ، ان کا نشان ان کی چہروں پر سجدے کے اثر سے ہے ، ان کی ہی مثال تورات میں ہے اور یہی مثال انجیل میں بھی ہے ، مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا انکھو نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا ، پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا ، اور کسانوں کو خوش کرنے لگا ، تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے ، ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے الفتح ( 29 ) ۔

لہذا مسلمان کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے متعلقہ حق سے معاف و درگزر کر دے ، یعنی جو اس کا شخصی حق ہے ، اور اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی پامالی کے وقت اسے خاموشی کا کوئی حق حاصل نہیں ۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ :

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو معاملوں میں اختیار دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں سے آسان اور سہل کو اختیار کیا جب تک وہ گناہ نہ ہوتا ، اور اگر وہ گناہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہتے ، اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لیے کبھی بھی انتقام نہیں لیا ، لیکن جب اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی پامالی کی جارہی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا انتقام لیتے ۔

صحیح بخاری حدیث نمبر ( 3367 ) صحیح مسلم حدیث نمبر ( 2327 )

سوم :

جب مسلمان کمزور اور ضعیف ہو اور طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کے لیے کافر پر ہاتھ نہ اٹھانا جائز ہے ، لہذا اگر مسلمان ضعیف و کمزور اور قوی نہیں تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کافر نہ لڑائی نہ کرے ، اور اللہ تعالیٰ نے بھی ابتدائے اسلام میں جب مسلمان کمزور ناتواں سے انہیں لڑائی سے روک دیا تھا :

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے :

جان لو یقیناً سچے مومنوں کے دشمنوں کو خود اللہ تعالیٰ ہٹا دیتا ہے ، کوئی خیانت کرنے والا ناشکرا اللہ تعالیٰ کو برگز پسند نہیں الحج ( 38 ) -

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں :

روایت کیا جاتا ہے کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ : جب مکہ مکرمہ میں مومن زیادہ ہو گئے اور انہیں کفار مکہ نے تکلیفیں دینا شروع کر دیں ، اور کچھ توحشہ کی جانب ہجرت کر گئے اور بعض مکہ کے مومنوں نے سوچا کہ جس ہاتھ بھی جو کافر لگے اگر ممکن ہو سکے تو وہ اسے قتل کر دے اور انہیں دھوکہ دے کر مار ڈالے اور اس میں حیلہ بھی کر لے تو یہ آیت کفور کے الفاظ تک نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے مدافعت کا وعدہ کیا اور انہیں وضاحت کے ساتھ غدرو خیانت سے منع کر دیا -

دیکھیں : تفسیر القرطبی ( 6 / 12 ) -

اور جب مومنوں کو ضعف کے بعد قوت حاصل ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو قتال کرنے کی اجازت دیتے ہوئے یہ اعلان کر دیا :

جن ( مسلمانوں ) سے ( کافر ) جنگ کر رہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان کے اوپر ظلم و ستم ہوتا رہا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد و نصرت کرنے پر قادر ہے الحج ( 39 ) -

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں کچھ اس طرح رقمطراز ہیں :

قولہ تعالیٰ : جن ( مسلمانوں ) سے ( کافر ) جنگ لڑ رہے ہیں کہا جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں کی مدافعت کرے گا کا بیان ہے -

یعنی : اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے کفار کے مصائب کو دور کر دے گا کہ ان کے لیے قتال کرنا مباح قرار دے گا اور ان کی مدد و نصرت فرمائے گا ، اور اس میں پوشیدہ کلام بھی ہے : یعنی ان لوگوں کو قتال کرنے کی اجازت ہے جو قتال کرنے کے اہل ہیں اور صلاحیت رکھتے ہیں ، لہذا کلام کے اس پردہ لالت کرنے کی بنا پر حذف کر دیا گیا ہے ۔

ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں : جب مکہ مکرمہ میں صحابہ کرام کو کفار نے تکلیفیں دیں تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کرنے کی اجازت طلب کی تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی :

یقیناً اللہ تعالیٰ پر خیانت کرنے والے ناشکرے سے محبت نہیں کرتا ۔

اور جب مکہ سے ہجرت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی :

جن ( مسلمانوں ) سے ( کافر ) جنگ کرتے ہیں انہیں قتال کرنے کی اجازت دی جاتی ہے ۔

اور یہ آیت قتال میں نازل ہونے والی پہلی آیت ہے اور ان آیات کی ناسخ ہے جن میں عفودرگزر اور معافی کا اعلان ہے ، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابن جبیر کہتے ہیں : یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے وقت نازل ہوئی ۔

اور امام نسائی اور امام ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ :

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکال دیا گیا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے انہوں نے اپنی نبی کو نکال باہر کیا ہے ، اللہ کی قسم وہ ضرور ہلاک ہو جائیں گے ، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی :

جن ( مسلمانوں ) سے ( کافر ) جنگ کر رہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان کے اوپر ظلم و ستم ہوتا رہا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد و نصرت کرنے پر قادر ہے ۔

تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے : میں جان گیا کہ اب جنگ اور لڑائی ہوگی ۔

علامہ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو صحیح سنن ترمذی ( 2535 ) میں صحیح قرار دیا ہے ۔

دیکھیں : تفسیر القرطبی ( 12 / 68 ) ۔

چہارم :

لہذا اس بنا پر یہ ہے کہ اگر مسلمان کے لیے کافر سے اپنا حق لینے کے لیے بدلہ لینے میں اس کا حق ضائع ہونے سے زیادہ فساد مرتب ہوتا ہو تو مسلمان کو اپنا حق چھوڑ دینا چاہیے تا کہ بڑے فساد سے بچا جاسکے ۔

اور علماء کرام نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس وقت برائی کو روکنا حرام ہو جاتا ہے جب اسے روکنے سے اس سے بھی بڑی اور عظیم برائی پیدا ہوتی ہو۔

دیکھیں : اعلام الموقعین ( 4 / 3 ) -

اس کی مثال ہمارے قضیہ میں اس طرح ہے کہ :

وہ مسلمان جوان ممالک میں بستے ہیں جہاں کفار کا غلبہ ہے ، تو اگر کفار کی جانب سے کسی مسلمان پر ظلم و زیادتی ہوتی ہے یا اس پر سب و شتم کیا جاتا ہے یا پھر اسے زدوکوب کیا جائے اور اس کے بدلہ لینے سے کفار اسے اور اس کے مسلمان بھائیوں کو انتقام کا نشانہ بنائیں گے تو حکمت کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ سے اجروثواب کے حصول کی نیت کرتے ہوئے خاموشی اختیار کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہاں کوئی چھوٹی یا بڑی نیکی ضائع نہیں ہوتی ۔

اور اگر ان کی انیت سے زیادہ بڑا کوئی نقصان ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر استطاعت رکھتے ہوئے اس ظلم کو روکنا واجب اور ضروری ہو جاتا ہے تا کہ مسلمانوں اور اسلام کی عزت و احترام کا ظہور ہو سکے اور کفار اور کفار کو ذلت و رسوائی حاصل ہو۔

واللہ اعلم .